سخنان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین دنیا

ہجری وعیسوی، قمری وشمسی سال کے مہینوں کی گنتی کے ایکے کا چھٹا مظاہرہ سامنے ہے۔'شعاع عمل' بھی اپنے طور سے خراج عقیدت پیش کررہا ہے۔ویسے چھ کی گنتی کی بھی اپنی بات ہے۔یہ پانچ کا روایتی جانشین ہوتا ہے۔اس وراثت میں کوئی تین پانچ نہیں، کیونکہ اس میں بس ایک کا دخل ہے۔یوں بھی گنتی کی حدوں میں تین پانچ ہو بھی نہیں سکتا۔(اس سے بے چاری تاریخ دو چار ہوتی رہتی ہے) گنتی میں تو دو دو چار ہوتا ہے یا پھر کچھ زیادہ پھرتی کی بات ہو تو نو دو گیارہ۔بات تو چھ کی چل رہی تھی چھ تو شش جہات کو ناپ لیتا ہے،یعنی دنیا کو ناپ لیتا ہے بلکہ خالق کے 'دنوں' کے حوالہ سے کائنات بنا بھی لیتا ہے۔یہ شش جہات ابعاد ثلاثہ کا دوگنا تھوڑے نہ ہیں۔ اصل میں ابعاد ثلاثہ (3D) کے مثبت (+) اور منفی (-) اعتبار دونوں کا لحاظ ہے، جو (اس منفی اثر نے پہلے سے مانے ہوئے شش جہات کو تین میں سمیٹ لیا)۔

بات کائنات کی یعنی دنیا کی آگئی ہے، تو شاید یاروں کو کھٹک رہی ہو، شعاع عمل جیسے دینی جریدہ میں یہ دنیا کی بات کہاں سے چھڑ گئی۔بات بھی کچھ ایسی ہی ہے، عام خیال بھی دین اور دنیا کو ایک دوسرے کی ضد قرار دیتا ہے۔زمانہ دنیادار کو بے دین تصور کرتا ہے اور دینداری کی معراج تارک الدنیا ہونے میں تلاش کی جاتی ہے۔یہ بات 'غلط العام فصیح' کے مصداق چاہے جتنی فصاحت مآب ہوجائے' بلاغت سے تو خالی ہوگی، (بالغ نظری، بھیڑ یا دھسان میں پھنس کر دھنس کر کہاں اپنا نصیب پھوڑے گی)۔جسارت نہ ہو تو کہا جائے کہ غلط تو غلط ہی رہتا ہے، صحت کی عام ضمانت نہیں بن سکتا۔

کچھ دین دنیا کا تجزیہ (ادھیڑ بن نہیں) کیا جائے۔لفظی طور سے دین دنیا میں سمایا ہوا ہے بلکہ گھرا ہوا ہے، دنیا ہی کے اندر ہے صرف ایک الف کا پھیر ہے جو دین سے دنیا بنا دیتا ہے۔ابجدی قلمرو میں بھی دین = ۶۴ اور دنیا = ۶۵ یعنی دین دنیا میں صرف ایک کا فرق ہے۔یعنی دنیا دین سے صرف ایک عدد بڑھ جاتی، تجاوز کر جاتی یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ دین کو کامل ہونے کی قرآنی

(ربانی) سند مل چکی ہے، لیکن بے چاری دنیا کو ابھی یار لوگ (کم از کم یارانہ کے ٹھیکے دار شاعر لوگ) ناتمام ہی سمجھتے ہیں ؎

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کن فیکوں

اقبالؔ

یہاں یہ 'شاید' پتہ نہیں کوئی عالمانہ احتیاط ہے (جس کے ایک عنوان سے عملئے بھرے رہتے ہیں) یا کوئی فاضلانہ قابلیت کی دھونس ہے، یا کوئی بقراطی ہے، یا بات کو خالق کون ومکان سے جوڑ کر اسی میں عافیت سمجھی گئی ہو (ورنہ عین ارادہ اور قدرت مطلق کی صدا جو خلاقانہ تیزی سے عمل میں ڈھل جائے اس کی بھنک کس مخلوق طائر ادراک کو مل سکتی ہے اور کون مشیت کی ٹوہ لگا سکتا، دنیا کے ناتمام یا تمام ہونے کی خبر میڈیا کے کس چینل کو مل سکتی ہے؟؟) یا پھر شکوہ کی آگ سے جلے ہوئے شاعر کا مٹھا بھی پھونک پھونک کر پینا ہوا اور اس طرح ایک دنیا سے اپنا پیچھا چھڑانا ہو۔ جو بھی ہو وہ دنیا کو ناتمام ہی سمجھتا ہے۔ آگے، اصلی جانکار یعنی سائنسداں کا حال اور بھی قابل رحم ہے۔ وہ تو ابھی تک دنیا کے کروں (Bodies) کو گن بھی نہیں سکا ہے، ناپنے کی صلاحیت میں تو کھربوں نوری سال (Light years) پیچھے ہے۔ فلسفہ چاہے جتنا بگھار لیا جائے، دنیا تو نپنے سے رہی (کم از کم سردست، فی الحال)۔ کہتے ہیں وہ کوئی فرشتہ ناپنے چلا تھا تو اپنے بال و پر جلا مارے۔ دنیا کا تمام وکمال انجانا ہے اور دین خود دین کی زبان میں کامل ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب یہی تو ہے کہ دین میں افراط وتفریط کی گنجائش نہیں، دین کی حدیں طے ہیں، طے کی ہوئی ہیں۔ (دین اصلاً یوں بھی حد میں رہنے کا نام ہے۔) کامل کو کوئی ناقص نہیں کر سکتا، کہنے کو بھی ناقص کہے تو سمجھ کا پھیر، عقل کا فتور یا شیطانی قصور ہوگا۔ مبینہ یا Socalled ناتمام کو نقص کا الزام بھی دینے میں کم از کم کسی معقول دفعہ کے تحت دھرے جانے کا ڈر نہیں۔ دنیا نام سے ہی 'نیچ' 'ذلیل' گری پڑی، .... وہ بھی باب تصغیر کی حد تک۔ اسے جو بھی جتنا بھی گرا لے، دنیا میں تو باعزت بری ہو سکتا ہے۔ لیکن کچھ یہ تو سوچئے دنیا کو کس نے بنایا ہے۔ کس صاحب لولاک کے لئے بنایا۔ اس میں بے دینی کا کون سا جراثیم آسکتا ہے۔ کیا جناب سلیمانؑ کے زیر نگیں ابر و باد کسی اور دنیا کے تھے، جناب یوسف کی عزیزی والا ملک مصر اس دنیا کے نقشہ سے غائب تھا'۔ اور تو اور سیدۂ عالمیان کے گھر کی پکی روٹیاں جو بارگاہ قدس میں مقبول ہو کر کائنات جزا سمیٹ کر اللہ! ''سعی مشکورا'' کی حد تک پہنچ گئیں، وہ کس دنیا کے آٹے کی بنی تھیں اور ان میں کون سی بے دینی نے گوندھ ڈالا تھا۔

دیکھئے، کاروان ہدایت کے ازلی وابدی راہ کے سارے کے سارے ممبر، اس کے چنے ہوئے، اس کے نمائندے نبی، رسول، امام کون سی اساطیری دنیا کے ہوّا تھے' وہ قادر مطلق ہماری ہدایت کی ذمہ داری تو ماورائے دنیا کو بھی سونپ سکتا تھا۔ وہ جو دین لائے تھے، اس کا

تعلق کس دنیا سے تھا، کیا دنیا کے باہر جا کر دین کی کوئی بات کی جاسکتی ہے۔

اس طرح خدارا! دنیا میں دین کی ضد نہ تلاش کیجئے۔ دنیا کی فطری پاکیزگی اور اصلی تقدس کی قدر کیجئے، اسے حقیر و ذلیل نہ کیجئے۔ حقیقت میں دنیا فی نفسہ یعنی اپنے سے بے دین نہیں ہے اور دین دنیا کو چھوڑ کہیں نہیں ہے۔ دنیا کو بہت سمجھئے، اتنا سمجھئے کہ اسے سب کچھ سمجھنے والے دہریئے بھی خوش ہو جائیں۔ دین کا کچھ نہ جائے گا لیکن اسے عالم اسباب ہی کی حد تک سمجھئے، سب کچھ نہ سمجھئے، نتائج بھی یہاں نہ دیکھنے لگئے۔ قیامت ہو جائے گی۔ انھیں آخرت پر چھوڑ رکھئے۔ (ہاں یہ آخرت ہی دنیا کی ضد ہے، وہ بھی زمانی) دنیا کو پر بہار گلشن سمجھئے لیکن آخرت کی کھیتی سمجھتے رہیئے۔ یہاں کے میووں کا خوب مزا اٹھایئے لیکن یہیں پھل نہ توڑنے لگئے، یہاں تو پھل ملنے سے رہا آخرت کڑوی نہ ہو جائے۔ دنیا کو سب کچھ سمجھنے میں دین تو دین، دنیا سے بھی کہیں ہاتھ دھونا نہ پڑ جائے۔ کیونکہ دنیا کو کچھ سمجھا بھی ہو تو سب کچھ سمجھ سکیں۔ یہ نادانی، ناسمجھی کی باتیں کم سے کم 'مالا تعلمون'' والے سکھائے پڑھائے انسان کو زیب نہیں دیتیں۔

بات سے بات کتنی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بات تو دنیا میں دین کی ضد تلاش کرنے کی ہے۔ بات کی بات یہ ہے کہ اصلیت سے دنیا میں کوئی بے دینی نہیں ہوتی ہے، (بے دینی کی جاسکتی ہے) اور نہ ہی دنیا چھوڑ کر دین کا تصور ہو سکتا ہے۔ ایک بات تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ دینداری اور بے دینی اسی دنیا کو دیکھنے اور برتنے کے زاویئے اور نیت سے پیدا ہوتی ہے۔ دین کے باہر کی دنیا کو ہی دنیا سمجھ لیا گیا، مان لیا گیا کہ دنیا کے حور وقصور کافروں کے لئے ہیں، مسلمان کے لئے تو فقط وعدۂ حور۔ کیا یہ سوچا جاسکتا ہے کہ خدائے عادل ورحیم نے دنیا، اس کی نعمتیں اور لذتیں صرف اپنے منکروں، دشمنوں اور سرکشوں کے لئے رکھی ہیں اور اپنے سیدھے سادھے ماننے والے اور اولیاء کے لئے ٹھن ٹھن گوپال۔ جیسے وہ بھی سیاسی نیتاؤں کی طرح ہو جو برسوں بعد ایک بار عوام کی حمایت حاصل کر رفو چکر ہو جاتے ہیں، بلکہ راج محلوں میں بند ہو جاتے ہیں، اور ان کے حامی، دوست عوام بلکہ ان کے سرتاج رکھنے والے ہمیشہ کی طرح ٹھن ٹھن گوپال۔ ابھی یہ سیاسی ٹھن ٹھن ہم دیکھ چکے اور اس کا نتیجہ بھی۔ اس حالیہ قواعد میں ایک ہی عوامی (جمہوری) بات کچھ ٹھیک نظر آئی کہ اس بار پچھلے بنے ہوئے رجحان کے برخلاف کسی حد تک فیصلہ شکستہ یا Fractured نہ ہوا بلکہ ایک طرح واضح ہوا۔ یہ رجحان سیاسی اتھل پتھل کے نہ تھمنے والے سلسلہ پر لگام لگا سکتا ہے اور کسی حد تک جمہوری مارکہ سیاسی استحکام کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اس صورت حال نے سیاسی داؤں پیچ، جوڑ توڑ کا بازار مندا کر دیا۔ خدا کرے یہ مندا ہی رہے، اس کی گرم بازاری اور اس کے نصف النہار، دوبارہ جلد اس سیاسی قواعد، سبھی کی مار تو جنتا پر پڑتی ہے اور جنتا خستہ سے خستہ ہوتی جاتی ہے۔

م۔ر۔عابد